

اسلام اور تشدد

مفتی عبدالرحیم قاسمی

۱۔ دہشت کے معنی خوف، حیرت اور پریشانی کے ہیں (لغات کشوری/ص ۱۹۹)۔

مشہور عرب مفکر محمد ابو زہرہ نے لکھا ہے کہ آج دنیا کو جن مسائل کا سامنا ہے خواہ وہ اقتصادی ہوں یا سیاسی اور سماجی ان کا سبب غلبہ و اقتدار کی وہ خواہش ہے جس کے تحت انسان ایک دوسرے کا گلا گھونٹ دینے کے لئے تیار ہے، نیز یہ خواہش کہ زمین کے سارے وسائل تنہا ایک طبقہ یا ایک فرقہ کو مل جائیں اور تمام قوموں کی محنت و مشقت کا ثمرہ ایک یا چند حکومت کے ہاتھ میں سمٹ آئے، آج انسانی عقل کا رخ مہلک ہتھیاروں کی طرف مڑ چکا ہے اور انسان کا کام بس یہ رہ گیا ہے کہ وہ زمین اور اہل زمین کی ہلاکت کا سامان کرے۔

زمین کو صرف ایک چیز آباد کر سکتی ہے اور وہ انسانی ضمیر ہے، انسانی ضمیر اس وقت بیدار ہوتا ہے جب انسان سلامتی پر آمادہ ہو، سلامتی اور رواداری مذہب کے سوا کوئی دوسری طاقت نہیں سکھا سکتی، اسلام اسی رواداری اور سلامتی کا نام ہے جس کی آج کی دنیا کو شدید ضرورت ہے۔

قدیم زمانہ میں اہل عرب کہا کرتے تھے کہ خوزریزی کو خوزریزی ختم کرتی ہے، لیکن اسلام نے اس تصور کو فی بر جہالت اور دائمی ہلاکت کا سبب قرار دے کر مسترد کر دیا، یہ گرہیں جنہیں آج کا انسان لگا جا رہا ہے انہیں ایک طاقتور اور ہمہ گیر دین ہی کھول سکتا ہے، ایسا دین جس کے ماننے والے صرف عبادت گاہوں میں کچھ وقت گزار لینے کو ہی کافی نہ سمجھتے ہوں بلکہ اس کا دائرہ انسان کی ایک ایک حرکت و عمل تک وسیع ہو، جو دین صرف خدا اور بندے کے درمیان تعلق کو قائم نہ کرتا ہو بلکہ باہم انسانوں کے تعلقات کو استوار کرتا ہو، جو دین سپہ سالار جنگ سے یہ کہتا ہو کہ جو شخص برسرِ پیکار ہو اس کے علاوہ کسی دوسرے کو قتل نہ کرنا، کسی آبادی کو ویران نہ کرنا، عورتوں، بچوں کو قتل نہ کرنا، مذہبی پیشواؤں کو قتل نہ کرنا، درختوں کو نہ کاٹنا، کھیتوں کو تباہ نہ کرنا، مختصر یہ کہ فتنہ و فساد کی ہر صورت سے پرہیز کرنا، اس لئے

کہ اللہ تعالیٰ فساد پھیلانے والے کو پسند نہیں کرتا، اگر انسانیت پر اس طرح کے دین کی حکمرانی قائم ہو جائے تو مسائل حل ہو سکتے ہیں پھر اس دین کی یہ بھی خصوصیت ہوئی چاہئے کہ پوری انسانیت کو ایک امت تصور کرے اور رنگ و نسل کی بنیاد پر امتیاز روانہ رکھے، بلکہ سارے انسانوں کو اللہ کی مخلوق سمجھے اور ہر ایک کو یکساں طور پر اس کا بندہ تصور کرے اس لئے کہ سارے انسان آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور سب کے خیر میں ایک ہی مٹی شامل ہے، پھر یہ بھی ضروری ہے کہ اس دین کا مدار اس ذات پر ہو جو ساری کائنات کی پیدا کرنے والی ہے اور تمام مخلوقات جس کا کتبہ ہے، بلاشبہ وہ دین اسلام ہے جو اپنے اندر یہ تمام اوصاف رکھتا ہے ہم پر یہ عقدہ اس مقدس کلام نے کھولا ہے جو اشرف المخلوقات یعنی خدا کی محبوب ترین ہستی حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوا تھا اور تمام انسانوں کے لئے مکمل ضابطہ حیات کی حیثیت رکھتا ہے۔

قرآن پاک کی سورہ مائدہ میں ایک مقام پر اسلام کو قبل السلام کہا گیا ہے، یعنی امن و سلامتی کا راستہ اسی طرح دوسرے مقام پر سورہ بقرہ میں ارشاد ہوا: ”لا اکسراہ فی الدین“ (دین میں کوئی زبردستی نہیں)۔ قرآن نے یہ اعلان کر کے صاف طور پر بتا دیا کہ مذہبی جارحیت سے اسلام کا کوئی تعلق نہیں، واقعہ یہ ہے کہ اسلام امن و سلامتی کو انسانیت کی فلاح و بہبود کے لئے بنیادی ضرورت قرار دیتا ہے اور اس کی ہر گز ہر گز اجازت نہیں دیتا کہ ایک انسان دوسرے انسان کی جان و مال پر حملہ کرے اسی کو قرآن نے یوں بیان کیا ہے کہ جس نے کسی جان کو بھی قتل کر دیا اور ایسا نہ تو کسی جان کا بدلہ لینے کے لئے کیا اور نہ زمین پر پھیلے ہوئے فساد سے نمٹنے کے لئے کیا، تو اس نے گویا سارے انسانوں کو قتل کر دیا، اور جس نے ایک جان کو بچالیا تو گویا سارے انسانوں کو زندہ بچالیا۔ قرآن کے اس واضح بیان کے بعد بھی کیا اس امر کی شہادت کی مزید کوئی ضرورت باقی رہتی ہے کہ اسلام دہشت کا نہیں امن و سلامتی کا مذہب ہے (دعوت خیر/ ص ۹۴)۔

اسلام اور تشدد دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں جہاں اسلام ہوگا تشدد وہاں کھڑا ہو ہی نہیں سکتا، اسلام تشدد کے مقابلہ کے لئے سب سے طاقتور ہتھیار ہے۔

دراصل اسلام بنیادی طور پر امن و سلامتی کی دعوت دیتا ہے، جنگ پر صلح کو فقیہیت دیتا ہے، چنانچہ قرآن پاک کی سورہ انفال میں حکم دیا گیا ہے، اور دیکھو اگر دشمن صلح کی طرف جھکیں تو چاہئے کہ تم بھی اس کی طرف جھک جاؤ، اور ہر حال میں اللہ پر بھروسہ رکھو جو سب کی سنتا ہے اور سب کچھ جانتا ہے۔ یہ آیت

۳۔ اگر کسی گروہ یا طبقہ کے ساتھ ناانصافی روا رکھی جاتی ہے تو اس پر احتجاج اور رد عمل کا اظہار جائز ہے۔ عدم تشدد کے ساتھ سول نافرمانی کی مظلومانہ جنگ یقیناً لڑ سکتے ہیں اور اگر احتجاج کرنے والے اس کے لئے تیار ہیں کہ لڑھکیاں کھائیں، سنگینیں، برچھیاں، چھرے اور گولیاں اپنے سینوں پر لیں تو یقیناً ان کو اپنے حق کے مطالبہ کے لئے یہ طریقہ اختیار کرنا جائز ہے، کیونکہ ان کا فعل فی حد ذاتہ صرف یہ ہے کہ وہ اپنا حق طلب کرتے ہیں اس کے جواب میں اگر حکومت کا فعل ہے اس کی ذمہ داری حکومت پر ہے نہ کہ ان مظلوموں پر جو اپنا حق مانگتے ہیں۔ رہی یہ بات کہ یہ جانتے ہوئے کہ حکومت بسا اوقات اپنی بربریت کے مظاہرہ کے لئے لڑھکیاں چلاتی ہے، گولیاں برساتی ہے کسی کو ایسے خطرے میں پڑنا جائز ہے یا نہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ مطالبہ حقوق ہمیشہ خطرات سے پر ہوتا ہے، بغیر خطرے کے تو کوئی مقصد بھی حاصل نہیں ہوتا احتجاج کرنے والوں کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ اپنی طرف سے کوئی ایسی حرکت نہ کریں جس کا نتیجہ حکومت کی جانب سے تشدد ہو اور اگر حکومت بلاوجہ تشدد پر آئے تو اس کی ذمہ داری حکومت کی ہوگی۔ مثلاً یہ قصہ ہو کہ دفعہ (۱۳۴) کی خلاف ورزی کریں اور پانچ سوا شخص ایسے مہیا کئے جائیں جو جمع ہو کر جلسہ کریں اور حکام کے اس حکم سے کہ منتشر ہو جاؤ منتشر نہ ہوں، مگر کوئی اور حرکت نہیں کی، تو اس صورت میں حکومت کا فرض یہ ہے کہ ان سب کو آدمیت کے ساتھ گرفتار کرے۔ مگر بسا اوقات حکومت آئین اور انسانیت کے ساتھ ان

کو گرفتار کرنے کے بجائے کبھی تو لائیشیوں سے پٹوا کر منتشر کراتی ہے اور کبھی گولیاں چلو کر ہیبت اور بربریت کا انتہائی مظاہرہ کرتی ہے۔

اس ظالمانہ کارروائی کی وجہ سے مظلوموں کا وہ فعل ناجائز نہ ہو جائے گا جو عقل و انصاف اور مذہب کے خلاف نہ تھا اور جو لوگ اس بربریت اور ہیبت کا شکار ہو کر شہید ہوں گے وہ یقیناً مظلومیت کی وجہ سے شہادت کا درجہ پائیں گے ان کو خود کشی کا مرتکب کہنا سخت جہالت اور ناواقفیت احکام شرعیہ کی دلیل ہے (کفایت المفتی ۹/۳۳۵-۳۳۶)۔

۴۔ اگر ایک طبقہ کی طرف سے ظلم و زیادتی ہو اور ظلم کرنے والے کچھ افراد ہوں تو ظالم گروہ کے دوسرے بے قصور لوگوں سے بدلہ لینا جائز نہیں۔

۵۔ کسی گروہ کے اندر اقتدار اور معاشی وسائل پر تسلط حاصل کرنے کی حرص اور کمزور طبقات کو محروم رکھنے کا جذبہ و ہشت گردی کے بنیادی اسباب و محرکات میں سے ہے۔ اس قسم کے اسباب کا تذکرہ کرنا حکومت کی ذمہ داری ہے، عوام کو بھی اپنی اصلاح کرنی چاہئے۔

۶۔ حضرت رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: جو مال کی حفاظت میں قتل کیا گیا وہ شہید ہے اور جو اپنے اہل و عیال کی حفاظت میں قتل کیا گیا وہ بھی شہید ہے اور جو اپنے دین کی حفاظت میں قتل کیا گیا وہ بھی شہید ہے اور جو اپنی جان کی حفاظت میں قتل کیا گیا وہ بھی شہید ہے۔

”قال رسول اللہ ﷺ من قتل دون اللہ مالہ فهو شہید“ ومن قتل دون دینہ فهو شہید“ ومن قتل دون دمه فهو شہید“ (نسائی ۲/۱۵۵)۔

فتح الباری میں ہے: ”قال النووي فیہ جواز قتل من قصد اخذ المال بغير حق سواء كان المال قليلا او كثيرا و هو قول الجمهور و رد من اوجبه“ (علامہ نووی نے کہا: ناحق مال لینے والے کو قتل کرنا جائز ہونے کی اس حدیث میں دلیل ہے خواہ مال کم ہو یا زیادہ ہو، جمہور کا یہی قول ہے واجب کہنے والے شاذ و نادر ہیں)۔

اور ان کا قول شاذ ہے: ”والذی علیہ اهل العلم ان للرجل ان يدفع عماذ كرا اذا اريد ظلمها“ (اہل علم کا قول یہ ہے کہ جان مال عزت آبرو کی حفاظت اور ظالموں کو دفع کرنے کی آدمی کو اجازت ہے)۔

ابن بطلان نے کہا کہ ان ابواب پر امام بخاری نے یہ عنوان اس لئے قائم کیا ہے کہ انسان کو اپنے جان

و مال پر حملہ کرنے والے کو دفع کرنے کا حق ہے، اس پر کوئی حرج نہیں اس میں قتل کر دیا گیا تو شہید ہے اور حملہ آور کو قتل کر دے تو مدافعت کرنے والے پر قصاص اور دیت نہیں۔
 ”قال ابن بطلان: انما ادخل البخاری هذه الترجمة في هذه الابواب ليبين ان الانسان ان يدفع عن نفسه وماله ولا شيء عليه فانه اذا كان شهيدا اذ قتل في ذلك فلا قود عليه ولا دية اذا كان هو المقاتل“ (فتح الباری ۵/۱۲۳)۔

احکام المروئی

قبل الدفن و بعد الدفن مع حیلہ اسقاط

تالیف

علامہ قاری محمد سعید

شعبہ نشر و اشاعت : دارالعلوم چشتیہ نظامیہ شریف ترگ